کیوں بن جاتے ہیں امتحان متنازع ؟

وطن عزیز ہندوستان دنیا کی سب سے زیادہ آبادی والا ملک ہے۔ اس نے گزشتہ برسوں میں تیزی سے ترقی کی ہے لیکن بڑی آبادی کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہوئے ترقی کرنا آسان نہیں ہوتا۔ تمام لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ بڑی آبادی کی وجہ سے بھی مقابلہ جاتی امتحانات میں سخت مقابلہ دیکھنے کو ملتا ہے، البتہ کچھ باتیں آسانی سے سمجھ میں نہیں آپاتی ہیں۔ ہندوستان کے سرکاری اور میڈیکل کالجوں کی فیس میں زمین آسمان کا فرق تو سمجھ میں آتا ہے مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پرائیویٹ میڈیکل کالجوں میں اتنی زیادہ فیس کیوں ہے کہ ہندوستانی طلبا کو دیگر ملکوں میں جا کر ایم بی بی ایس کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مجبور ہونا پڑتا ہے؟ حیرت اس بات پر ہے کہ ہمارے ملک کے پرائیویٹ میڈیکل کالجوں میں ایم بی بی ایس کرنے سے زیادہ سستا بنگلہ دیش اور نیپال میں ہی ایم بی بی ایس کرنا ہے، روس اور جارجیا جیسے ملکوں میں بھی ہے۔ اگر زیادہ سے زیادہ پرائیویٹ میڈیکل کالج کھلتے اور ان کی فیس اتنی ہوتی کہ لوگوں کو اپنے بچوں کو بیرونی ممالک نہیں بھیجنا پڑتا تو اس سے ملک کا پیسہ ملک میں ہی رہ جاتا بلکہ ممکن یہ بھی تھا کہ دیگر ملکوں کے طلبا ہمارے یہاں پڑھنے کے لیے آتے۔ اس کا مثبت اثر ہمارے زرمبادلہ پر پڑتا، ہمیں اپنے ملک کو ایجوکیشن ہب بنانے میں مدد ملتی مگر حالت تو یہ ہے کہ ملک کے الگ الگ کالجوں میں الگ الگ فیس ہے۔ پرائیویٹ میڈیکل کالجوں کی فیس میں کمی پر سنجیدگی سے توجہ دی جانی چاہیے۔ یہ وقت کا تقاضا ہے۔ ایک سنگین مسئلہ یہ ہے کہ بڑے مقابلہ جاتی امتحانات کے پرچے لیک ہو جاتے ہیں، انہیں منسوخ کرنا پڑتا ہے یا انہیں منسوخ کرانے کے لیے طلبا کو احتجاج کرنا پڑتا ہے۔ مقابلہ جاتی امتحانات کو غیر متنازع بنانے کے لیے سوال یہی نہیں ہونا چاہیے کہ پرچے کیوں لیک ہوتے ہیں، سوال یہ بھی ہونا چاہیے کہ پرچے لیک کرنے کی گنجائش کہاں کہاں تھی اور کہاں کہاں ہو سکتی ہے۔ اصل قصوروار کون لوگ ہیں؟ ان کے رابطے میں کون لوگ تھے؟ سوال یہ بھی ہونا چاہیے۔ مقابلہ جاتی امتحانات کے نظام کو شفاف بنانے کے لیے ’مائیکرو لیول‘ پر تفتیش ہونی چاہیے، ورنہ ہمارے ملک کے مقابلہ جاتی امتحانات اگر یوں ہی متنازع بنتے رہے تو پھر ہمارے تعلیمی نظام کا کیا ہوگا؟ اس کی ساکھ کیا رہ جائے گی؟ اس لیے نیٹ-یوجی کے معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی جانی چاہیے بلکہ جن مقابلہ جاتی امتحانات کو منسوخ کرنا پڑا ہے، ان میں گڑبڑی کرنے اور مقابلہ جاتی امتحانات کو بدنام کرنے والوں سے سختی سے نمٹا جانا چاہیے۔ مقابلہ جاتی امتحانات میں گڑبڑی سے حکومت کی سبکی ہوتی ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ گزشتہ کئی برسوں میں مقابلہ جاتی امتحانات کے پیپر لیک ہو جانا یا گڑبڑی کی وجہ سے اس کا متنازع بن جانا عام سی بات لگنے لگی ہے۔ یہ سوال اہمیت کا حامل ہے کہ مقابلہ جاتی امتحانات میں گڑبڑی کرنے والے کتنے لوگوں کو اب تک سزائیں ہوئی ہیں؟ ایک بات اور سمجھنے کی ہے کہ یہ ایشو سیاست کا نہیں ہے، اس لیے اس پر سیاست نہیں ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں کوشش بس یہ ہونی چاہیے کہ مقابلہ جاتی امتحانات کے نظام کو شفاف بنایا جائے، طلبا کو عملی اقدامات سے یہ یقین دلایا جائے کہ مقابلہ جاتی امتحانات میں جو گڑبڑی ہوئی، ان کے ملزمین کو بخشا نہیں جائے گا۔ انہیں کٹہرے تک لایا جائے گا۔ سزا دلائی جائے گی اور انصاف کے عمل میں تاخیر نہیں ہوگی۔ یہی نہیں، یہ کوشش کی جائے گی کہ آئندہ کسی مقابلہ جاتی امتحان میں کوئی گڑبڑی نہ ہو تا کہ مقابلہ جاتی امتحان کی ساکھ ختم نہ ہو۔ یہ ’دستاویز‘ نیٹ-یوجی کے امتحان اور نتائج کے متنازع بن جانے اور مقابلہ جاتی امتحانات کے پیپر لیک ہونے یا انہیں منسوخ کیے جانے پر مبنی ہے:

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اسلامک اسٹڈیز میں پروفیسر ایمریٹس، پروفیسر اختر الواسع کا کہنا ہے کہ ’ایک طرف تو ہم ہندوستان کو وشو گرو بنانے کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف خود اپنے بچوں کی تعلیم کا بہتر اور سستا انتظام کرنے سے معذور نظر آتے ہیں۔ سرکار کو چاہیے کہ وہ نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی کا ٹھیکرا دوسرے کے سر ہی نہ پھوڑے، اپنی ذمہ داریوں کو بھی سمجھے اور مانے۔‘

پرائیویٹ میڈیکل کالجز کی منہ پھاڑ فیس پر

لگنی چاہیے قدغن

ایک کے بعد ایک مسابقتی امتحان پر انگلی اٹھنا، امتحان منسوخ کرنا یا طلبا کا امتحان منسوخ کرانے کے لیے احتجاج کرنا ہمارے ملک کے تعلیمی نظام کے لیے کوئی نیک فال نہیں ہے۔ اس سے تعلیمی نظام پر بچوں کا اعتماد متزلزل ہوتا ہے۔ یہ ہمارے ملک کے اس تعلیمی نظام کی ساکھ کے لیے بھی اچھا نہیں جس کی یہ دھاک ہی ہے کہ دنیا بھر کے ملکوں میں تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں امریکہ اور یوروپی ملکوں میں کام کرنے والے ہندوستانی ڈاکٹروں اور انجینئروں کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن کا وہاں بڑا احترام ہے۔ نیٹ-یوجی کے امتحان اور نتائج سے طلبا کے ساتھ وہ لوگ تشویش میں مبتلا ہیں جو اس کی سنگینی کو سمجھ سکتے ہیں۔ پروفیسر اختر الواسع کی پوری زندگی درس و تدریس میں گزری ہے، آج بھی وہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اسلامک اسٹڈیز میں پروفیسر ایمریٹس کی حیثیت سے وابستہ ہیں، اس لیے وہ طلبا کی مایوسیوں کو بھی سمجھ سکتے ہیں، والدین کی الجھنوں کو بھی۔ اس سلسلے میں ان کی آرا کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ وہ اپنی آرا کا اظہار واضح الفاظ میں کرتے ہیں تا کہ ان کی بات کسی کے لیے نا قابل فہم نہ رہے۔ نیٹ-یوجی کے امتحان اور اس کے رزلٹ پر تنازع کے سلسلے میں پروفیسر اختر الواسع کا کہنا ہے کہ ’نیٹ-یوجی (NEET-UG) اور نیٹ (NET) یہ ایسے جالوں کا نام ہے جن میں پھنس کر ہی نئی نسل رہ جاتی ہے۔ یہ معاملہ صرف نیٹ-یوجی اور نیٹ (NET) کا ہی نہیں ہے، سرکار کی طرف سے جتنے بھی مقابلہ جاتی امتحانات کرائے جارہے ہیں، ان میں یو پی ایس سی ایک استثنیٰ کو چھوڑ کر ہر جگہ دھڑلے سے پرچے لیک ہو رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں نئی نسل کے مستقبل اور سرکار کی معتبریت پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔ یہ دور کی بات نہیں، پچھلے دو مہینوں میں پہلے نیٹ-یوجی اور پھر نیٹ (NET) کے پرچے جس طرح لیک ہوئے، اس میں گجرات اور بہار کا نام خاصا اچھلا ہے۔ سرکار نے نیٹ (NET) کا امتحان منسوخ کر دیا ہے اور نیٹ پر سی بی آئی کی تحقیقات بٹھا دی ہے۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ جون کے مہینے میں انتخابی نتائج آنے کے بعد جس طرح برسر اقتدار بی جے پی نے اس سلسلے میں تیزی دکھائی ہے، وہ اگر 400 کے پار پہنچ جاتے تو یہ تندہی اور چستی و پھرتی شاید دیکھنے کو نہ ملتی۔‘

NTA
EXposed
#NTA_Scam
We Want Justice
NTA Scam
Education

پروفیسر اختر الواسع کا کہنا ہے کہ ’نیٹ-یوجی اور نیٹ (NET) یہ ایسے جالوں کا نام ہے جن میں پھنس کر ہی نئی نسل رہ جاتی ہے۔ یہ معاملہ صرف نیٹ-یوجی اور نیٹ کا ہی نہیں ہے، سرکار کی طرف سے جتنے بھی مقابلہ جاتی امتحانات کرائے جا رہے ہیں، ان میں یو پی ایس سی ایک استثنیٰ کو چھوڑ کر ہر جگہ دھڑلے سے پرچے لیک ہو رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں نئی نسل کے مستقبل اور سرکار کی معتبریت پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔‘

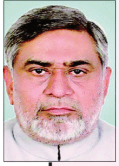

پروفیسر اختر الواسع کے مطابق، ’ہماری اب بھی یہ رائے ہے کہ ہر طالب علم کو، چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی، اپنی مرضی کے میڈیکل، انجینئرنگ اور دوسرے اختصاص والے مضامین کے اداروں میں براہ راست اپلائی کرنے کا حق ہونا چاہیے اور ان تعلیمی اداروں میں جب جس کو کامیابی مل جائے، وہ وہاں داخلہ لے لے۔ یہ کوئی ایسی نئی بات بھی نہیں ہے۔ جب سے سرکاروں نے تعلیم کو بازار کے حوالے کیا ہے، یہ پریشانی دیکھنے کو مل رہی ہے اور ہر طرح کا گڑبڑ جھالا سامنے آرہا ہے، پرائیویٹ کالجز نے جس طرح سے منہ پھاڑ کر فیس اسٹرکچر بنا رکھا ہے، اس پر قدغن لگنی چاہیے۔ موجودہ نظام تعلیم میں غریبوں کے لیاقت مند بچوں کے لیے اچھی اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کا موقع نکلتا جارہا ہے۔ آپ صورتحال کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ بنگلہ دیش، نیپال، روس اور اس کی سابقہ ملحق ریاستوں میں میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بڑی تعداد میں ہندوستانی بچے نقل مکانی کر رہے ہیں، کیونکہ وہاں میڈیکل کی تعلیم ہندوستان کے مقابلے کہیں سستی ہے۔ انہیں ممالک میں ہی نہیں، جرمنی، فرانس، انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ میں بھی ہمارے بچے اور بچیاں بہتر تعلیم کے لیے جانا پسند کرتے ہیں، کیونکہ جتنے پیسے خاص مضامین میں ڈگریاں حاصل کرنے کے لیے وہ ہندوستان میں خرچ کریں، اس سے کم میں وہ یوروپ میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔‘

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اسلامک اسٹڈیز میں پروفیسر ایمریٹس، پروفیسر اختر الواسع کا کہنا ہے کہ ’ایک طرف تو ہم ہندوستان کو وشو گرو بنانے کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف خود اپنے بچوں کی تعلیم کا بہتر اور سستا انتظام کرنے سے معذور نظر آتے ہیں۔ سرکار کو چاہیے کہ وہ نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی کا ٹھیکرا دوسرے کے سر ہی نہ پھوڑے، اپنی ذمہ داریوں کو بھی سمجھے اور مانے۔ سوال یہ ہے کہ لال بہادر شاستری نے ایک ایسے وقت میں جب وہ ریلوے کے وزیر تھے، ریل حادثے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا تھا۔ آج تک اس کی مثال دی جاتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے وزیر تعلیم دھرمیندر پردھان، نیٹ-یوجی یا نیٹ (NET) کے پرچے لیک ہونے کے باوجود، اپنی ذمہ داری کو قبول نہیں کرتے؟ اسی طرح ریاستی وزرائے اعلیٰ اپنے اپنے صوبوں میں ہونے والے مقابلہ جاتی امتحانات کے پرچے لیک ہونے کی وبا پر سختی سے روک کیوں نہیں لگاتے اور اس کی ذمہ داری قبول کیوں نہیں کرتے؟ سچ بات تو وہی ہے جو آج سے سیکڑوں سال پہلے چانکیہ نے کہی تھی کہ جب راجہ شکشا اور سواستھ کو بازار کے حوالے کردے گا تو ویناش ہی دیکھنے میں آئے گا اور ہم اسی دور سے گزر رہے ہیں۔‘ ■

(نمائندہ روزنامہ راشٹریہ سہارا سے گفتگو پر مبنی)

تفتیش مائیکرو لیول تک ہونی چاہیے!

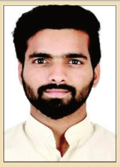

ایلن کریئر انسٹی ٹیوٹ میں کریئر کنسلٹنٹ آشیش سنگھ کا کہنا ہے کہ ’نیٹ-یوجی کا امتحان غریب طلبا کے لیے امیدوں کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ اس میں ناکامی انہیں مایوس کر دیتی ہے جبکہ ہم کیا بننا چاہتے ہیں، اس بات کی اہمیت تو ہے لیکن کائنات کا مالک ہمیں کیا بنانا چاہتا ہے، یہ ہم نہیں جانتے۔‘

اس دور میں کریئر کنسلٹنسی کی بڑی اہمیت ہے۔ کریئر کنسلٹنٹ کو بھی اسی لیے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مختلف پس منظر والے طلبا اور ان کی صلاحیتوں، ان کی امیدوں کو سمجھنے کا انہیں بہت قریب سے موقع ملتا ہے تو والدین کی مجبوریوں کو بھی جاننے سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ اسی لیے اچھے کریئر کنسلٹنٹ کے لیے کریئر کنسلٹنسی ایک نوکری ہی نہیں ہوتی، انسانوں کی رہنمائی کا ایک موقع بھی ہوتی ہے۔ آشیش سنگھ کی عمر کم ہے مگر کم عمری میں ہی ایلن کریئر انسٹی ٹیوٹ جیسے بڑے ادارے سے ان کی وابستگی اور طلبا میں ان کی مقبولیت کی وجہ یہی ہے کہ وہ کریئر کنسلٹنسی کو ایک جاب سے زیادہ انسانوں کی خدمت کا ایک موقع مانتے ہیں۔ حالیہ نیٹ-یوجی کے امتحان اور نتائج کے سلسلے میں پیدا تنازع پر ان کا کہنا ہے کہ ’ڈاکٹروں کا پیشہ کوئی عام پیشہ نہیں ہے، یہ ایسا پیشہ ہے جس کی بڑی اہمیت ہے۔ آخر کون ہے جو بیمار نہیں پڑتا، مرض میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اسی لیے ڈاکٹر بننے کے لیے جو امتحان طلبا کو دینا پڑتا ہے، اس کی بڑی اہمیت ہے اور اس کا شفاف طریقے سے کرایا جانا ضروری ہے۔ امتحان اگر شفاف طریقے سے نہیں ہوں گے، کل کو وہ طلبا ہیلتھ سسٹم میں آجائیں گے جو اہل نہیں تھے تو اس کا کتنا برا اثر پڑے گا، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جو لوگ امتحان میں گڑبڑی کی وجہ بنے ہوں، وہ یا ان کے اہل خانہ میں سے کوئی کل کو ایسے ڈاکٹر کے ہتھے چڑھ جائے جو ان کی ہی گڑبڑی کی وجہ سے ڈاکٹر بنے تھے۔ اس وقت ان پر کیا گزرے گی؟ اسی لیے نیٹ-یوجی کا امتحان شفاف طریقے سے ہونا چاہیے اور اگر کسی وجہ سے ایسا نہیں ہو پاتا ہے تو قصوروار لوگوں کو سخت سزائیں دی جانی چاہئیں۔ اس سلسلے میں سخت قانون نافذ کرایا گیا ہے۔ یہ ضروری بھی تھا۔‘

آشیش سنگھ کے مطابق، ’ہمارے ملک میں پرائیویٹ میڈیکل کالجوں کی ایم بی بی ایس کی فیس عام طور پر 50 لاکھ روپے سے زیادہ ہے۔ دوسرے اخراجات مثلاً ہاسٹل کی فیس اور دوسری طرح کی فیس ملا دینے کے بعد پرائیویٹ کالجوں کی فیس کافی زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہ فیس غریبوں کی پہنچ سے باہر ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف سرکاری میڈیکل کالجوں کی سالانہ فیس 5 یا 7 ہزار روپے ہے۔ اسی لیے غریب والدین اپنے بچوں کو ڈاکٹر بنانے کا خواب دیکھ پاتے ہیں، غریب بچوں کو یہ امید رہتی ہے کہ اگر وہ محنت کریں گے، لگن سے پڑھیں گے تو ضرور ڈاکٹر بنیں گے۔ اسی لیے وہ بڑی محنت کرتے ہیں، پڑھتے وقت رات اور دن نہیں دیکھتے۔ گھنٹے نہیں گنتے۔ ان کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ نیٹ-یوجی میں زیادہ سے زیادہ نمبر لائیں گے تو ایم بی بی ایس کے لیے من پسند سرکاری میڈیکل کالج میں داخلہ مل جائے گا۔ نیٹ-یوجی کا امتحان ایک عام امتحان نہیں ہے، یہ غریب طلبا کے لیے امیدوں کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ اس میں ناکامی انہیں مایوس کر دیتی ہے جبکہ انہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہم کیا بننا چاہتے ہیں، اس بات کی اہمیت ہے لیکن کائنات کا مالک ہمیں کیا بنانا چاہتا ہے، یہ ہم نہیں جانتے۔ اسی لیے کامیابی کے حصول کے لیے جدوجہد ضرور کرنی چاہیے لیکن ناکامی کو قبول کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، البتہ بات اگر امتحان میں گڑبڑی کی ہو تو حالات بدل جاتے ہیں، اس وقت طلبا کی ہی امید نہیں ٹوٹتی، ان سے وابستہ تمام لوگوں کو بھی مایوسی ہوتی ہے، کیونکہ طلبا جب تیاری کرتے ہیں تو ان کے ساتھ ان کے والدین بھی جاگتے ہیں، ان کی تعلیم پر پیسے خرچ کرتے ہیں، اساتذہ ان کی تیاری کرانے کے لیے محنت کرتے ہیں۔ اسی لیے امتحان میں گڑبڑی کو روکنے کی ضرورت ہے۔ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ پیپر لیک کے لیے لیک کی گنجائش کہاں بنی، وہ کون لوگ ہیں جو اپنے مفاد کے حصول کے لیے ملک کے ہیلتھ سسٹم کے بارے میں سوچنے کے لیے تیار نہیں۔ چھان بین مائیکرو لیول تک ہونی چاہیے، بار بار ہوتی رہنی چاہیے تا کہ پیپر کبھی لیک نہ ہو، امتحان میں کبھی کسی طرح کی گڑبڑی نہ ہو۔ طلبا کا اعتماد سسٹم پر قائم رہے۔ انہیں یہ یقین رہے کہ ان کی غریبی ان کے ڈاکٹر بننے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔‘ ■

طلبا کو ملے نمبر نا قابل فہم!

نیٹ-یوجی میں اگر کوئی بچہ 720 نمبر نہیں لا پاتا تھا تو وہ زیادہ سے زیادہ 716 یا 715 لاتا تھا لیکن اس بار طلبا کے 719 اور 718 نمبر لانے کی خبر آئی تو یہ بات باعث حیرت تھی کہ یہ کیسے ممکن ہے، کوئی بچہ 719 یا 718 نمبر لے آئے؟

ہر مسابقتی امتحان کے لیے نمبر طے ہوتے ہیں کہ کتنے نمبر ملیں گے اور کتنے نمبر کاٹے جائیں گے۔ کئی مقابلہ جاتی امتحانات میں نمبر کاٹے نہیں جاتے یعنی اگر طالب علم یا طالبہ نے کسی سوال کا جواب غلط لکھ دیا تو اس پر نمبر کاٹے نہیں جاتے ہیں مگر نیٹ-یوجی کے امتحان میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ اس میں ایک سوال کا جواب صحیح لکھنے پر 4 نمبر ملتے ہیں اور ایک سوال کا جواب غلط لکھنے پر 4 نمبر تو نہیں ملتے، الٹا ایک نمبر بھی کاٹ لیا جاتا ہے یعنی ایک سوال کا غلط جواب دینے پر کل 5 نمبر کا خسارہ طالب علم یا طالبہ کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ نیٹ-یوجی میں فزکس کے کل 45، کیمسٹری کے 45 اور بائیولوجی (یعنی باٹنی اور زولوجی) کے 90 نمبر ہوتے ہیں۔ اس طرح کوئی بچہ اگر سبھی 180 سوال صحیح لکھ دیتا ہے تو اسے ہر سوال پر 4 نمبر کے حساب سے 720 نمبر ملتے ہیں مگر وہ ایک سوال کا غلط جواب لکھ دیتا ہے تو اس کے 5 نمبر کٹ جاتے ہیں۔ اس کا اسکور 715 رہتا ہے، البتہ وہ ایک سوال غلط لکھنے کے بجائے چھوڑ دیتا ہے تو اسے 4 نمبر کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے اور اس کا اسکور 716 رہتا ہے۔ اسی لیے اگر کوئی بچہ 720 نمبر نہیں لا پاتا تھا تو وہ زیادہ سے زیادہ 716 یا 715 لاتا تھا لیکن اس بار طلبا کے 719 اور 718 نمبر لانے کی خبر آئی تو یہ بات باعث حیرت تھی کہ یہ کیسے ممکن ہے، کوئی بچہ 719 یا 718 نمبر لے آئے؟ آخر نمبر کس طرح اور کس پیمانے پر دیے گئے ہیں؟ اس ایشو پر بحث و مباحثہ کا سلسلہ شروع ہونے پر نیٹ-یوجی کا امتحان کرانے والی نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی کی طرف سے یہ بات کہی گئی کہ دراصل کچھ سینٹروں پر مختلف وجوہات سے طلبا کو پورا وقت نہیں مل سکا تھا۔ اسی لیے انہیں گریس نمبر دیے گئے اور اسی لیے طلبا کے 719 اور 718 نمبر بھی آگئے۔ اب سوال یہ اٹھا کہ گریس نمبر کیوں دیے گئے؟ یہ کس قانون کے تحت دیے گئے؟ اگر طلبا کو وقت نہیں مل پایا تھا تو امتحان ختم ہونے کے مقررہ وقت میں اضافہ کرنا کیا نا ممکن تھا کہ انہیں متعینہ وقت دیا جا سکے؟ نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی نے جن طلبا کو گریس نمبر دیے تھے، ان کا پھر سے امتحان لینے کا فیصلہ لیا مگر اس میں تمام طلبا شریک نہیں ہوئے۔ ■

بیرونی ممالک جانے پر مجبور طلبا

بیرونی ممالک میں ایم بی بی ایس کی فیس 15 سے 35 لاکھ ہے۔ کسی کالج میں زیادہ بھی ہے۔ جن کالجوں میں 15 سے 25 لاکھ کے بیچ فیس دینی پڑتی ہے، ان میں کئی والدین کے لیے اپنے بچوں کا داخلہ کرانا آسان ہوتا ہے۔

ہمارا ملک ہندوستان دنیا کی سب سے زیادہ آبادی والا ملک ہے۔ ہر سال لاکھوں طلبا ایم بی بی ایس کرنے کے لیے نیٹ-یوجی کا امتحان دیتے ہیں۔ ان کی خواہش رہتی ہے کہ وہ اچھا نمبر لائیں تا کہ ان کا داخلہ سرکاری کالج میں ہو جائے، کیونکہ ہمارے ملک کے پرائیویٹ میڈیکل کالجوں کی فیس بہت زیادہ ہے اور ہر طالب علم یا طالبہ کے والدین کی حالت یہ نہیں ہوتی کہ وہ پرائیویٹ کالجوں کی فیس ادا کر کے ایم بی بی ایس کی تعلیم حاصل کر سکے۔ اسی لیے جن طلبا کو اپنے ملک کے سرکاری میڈیکل کالج میں داخلہ نہیں مل پاتا ہے اور وہ اپنا سال برباد نہیں کرنا چاہتے تو والدین ان کا داخلہ بیرونی ممالک کے میڈیکل کالج میں کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک عزیز کے پرائیویٹ میڈیکل کالجوں کے مقابلے بیرونی ممالک کے میڈیکل کالجوں کی فیس کم ہوتی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ یہ بحث طلب موضوع ہے اور اس پر گفتگو ہونی چاہیے مگر گفتگو ہوتی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں خبریں ضرور آتی ہیں کہ ملک عزیز کے کتنے طلبا ایم بی بی ایس کرنے کے لیے ہر سال بیرونی ممالک چلے جاتے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق، ہر سال 20,000 سے 25,000 ہندوستانی طلبا میڈیسین کی اسٹڈی کے لیے بیرونی ممالک جاتے ہیں۔ بیرونی ممالک میں ایم بی بی ایس کورس عام طور پر 6 سال کا ہوتا ہے۔ بیرونی ممالک میں ایم بی بی ایس کا پورا کورس کرنے کی فیس 15 سے 35 لاکھ تک ہے۔ کسی کالج میں اس سے زیادہ بھی ہے لیکن جن میڈیکل کالجوں میں 15 سے 25 لاکھ کے بیچ فیس دینی پڑتی ہے، ان کالجوں میں کئی والدین کے لیے اپنے بچوں کا داخلہ کرانا آسان ہوتا ہے جبکہ انہیں ایم بی بی ایس یعنی بیچلر آف میڈیسن اینڈ بیچلر آف سرجری کا کورس کرنے کے بعد ہندوستان آ کر پریکٹس کرنے کے لیے امتحان دینا پڑتا ہے اور یہ امتحان آسان نہیں ہوتا۔ حالات کو دیکھتے ہوئے ریاستی سرکاروں کو بھی یہ کوشش کرنی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ میڈیکل کالج اور اسپتال قائم کریں تا کہ ایم بی بی ایس کرنے کی خواہش رکھنے والے طلبا کے لیے نیٹ-یوجی کچھ آسان ہو، ان پر بہت زیادہ نمبر لانے کا دباؤ نہ رہے، وہ آسانی سے ایم بی بی ایس کر سکیں، لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ڈاکٹر ملیں، زیادہ طبی سہولتیں ملیں اور ہیلتھ سیکٹر پہلے سے بہتر ہو۔ ■

PULL&BEAR
1991